جنوبی ایشیا میں اسلامی جدیدیت - ایک جائزہ

ڈینیل ڈبلیو براؤن☆

مسلمانوں کی جدید علمی فکر میں جنوبی ایشیا کے اہل علم کا حصہ غیر معمولی ہے۔ دوسرے مسلم علاقوں میں سر سید احمد خان، ڈاکٹر محمد اقبال اور غلام احمد پرویز جیسے روشن فکر افراد نہیں ہوئے۔ پاکستان کے دستوری مباحث میں اور ایوب دور کی قانونی اصلاحات میں جدید فکر کو سرکاری سرپرستی حاصل رہی۔ لیکن اب بیسویں صدی کے اختتام پر ہمیں اس سوال کا جواب تلاش کرنا ہے کہ ماڈرنزم پھلنے پھولنے کی بجائے بکھر کیوں گیا؟ میرا استدلال یہ ہے کہ ماڈرنزم اپنے یورپی تناظر اور معذرتی انداز سے آزاد ہو کر اسلامی احیا کی وسیع تر لہر کا حصہ بن گیا ہے۔

جنوبی ایشیا میں 'کلاسیکی ماڈرنزم' کی بنیاد (بقول فضل الرحمن) بنگال کے سید کرامت علی جونپوری (۱۷۹۶-۱۸۷۶) اور سر سید احمد خان نے ڈالی۔ کرامت علی شیعی طرز فکر کے ترجمان تھے۔ سر سید کا ماڈرنزم شاہ ولی اللہؒ اور ان کی اولاد کی فکر سے جڑتا ہے۔

سر سید کی مذہبی فکر میں، مغربی تہذیب کا معذرتی انداز اور احیائی لہر ملی جلی ہے۔ وہ ایک طرف مغرب زدہ مسلمانوں اور یورپیوں کے سامنے اسلام کا دفاع کرتے تھے اور دوسری طرف اپنے مسلمانوں بھائیوں کو مغربی علوم اور تہذیب کی طرف دعوت دیتے تھے۔ (ماڈرنزم کا مطلب جدید کو اختیار کر لینا نہیں ہے۔ بلکہ یہ یقین ہے کہ اسلام اپنی حقیقی شکل میں جدید دور کے تمام تقاضے پورے کرتا ہے، اور ماڈرنزم اسلام کی اسی حقیقی شکل تک پہنچنے کا نام ہے۔)

قرآن کی تفسیر کے دو رخ ہو سکتے ہیں۔ محدود اور تنگ نظریا آزادانہ اور عقلی۔ سر سید کا رجحان دوسرے طرز کی طرف تھا۔ لیکن اس کے باوجود وہ مستقبل کی شاہراہ تلاش کرنے کے لیے ماضی کی طرف ہی دیکھتے تھے۔

☆Daniel W. Brown, "Islamic Modernism in South Asia: A Reassesment", *The Muslim World*, LXXXVII : 3-4, (July-October 1997), pp. 258-271

(تلخیص: سجاول خان رانجھا)

ماڈرنزم کی اصل وجہ امتیاز مغرب کے سامنے معذرت خواہانہ انداز ہے۔ ماڈرنسٹ کہتے ہیں کہ اصل حقیقی اسلام جدید یعنی مغربی دنیا کے لیے بالکل قابل عمل ہے۔ ماڈرنزم مغربی افکار و تصورات کے لیے نرم گوشہ رکھتا ہے اور انہیں اسلام کے ساتھ مربوط کرتا ہے۔

سید احمد خان اس کے قائل تھے کہ برعظیم کے مسلمانوں کا مستقبل برطانیہ کے ساتھ وابستہ ہے۔ اپنی سیاسی فکر میں وہ بالکل اینگلو فائل ہو گئے تھے۔ انہوں نے یورپی فکر اور اسلام کے تضادات دور کرنے کی کوشش کی۔ ان کا کہنا تھا کہ خدا کا کلام قرآن، خدا کے کام فطرت سے مختلف نہیں ہو سکتا۔ اسی لئے سائنس اور اسلام میں کوئی تضاد نہیں ہے۔

ماڈرنسٹ، احیا اور مغرب زدگی کے درمیان نہایت نازک مقام پر ہوتا ہے۔ اسی لئے ماڈرنسٹ تحریکیں کسی ایک طرف زیادہ جھکاؤ رکھتی رہی ہیں۔ سرسید کے متبعین میں بھی یہ دونوں رجحانات ملتے ہیں۔ خود علی گڑھ میں ماڈرنزم کی اصل اسپرٹ ختم ہو گئی۔ ماڈرن مربوط اسلام کی بجائے الگ سے اسلام کی تعلیم سے طلبہ مغرب زدہ ہو کر نکلے۔ ایسے علم کے بغیر جو انہیں دین کے ساتھ مربوط کرتا ہے۔

اسلام کے بغیر ماڈرنزم، سیکولرزم ہے۔ اور یہ ماڈرنزم کے لیے سب سے بڑا خطرہ ہے۔ لیکن ستر (۷۰) اسی (۸۰) کے عشروں میں ظاہر ہوا کہ ماڈرنزم کا احیائی پہلو بھی کافی مضبوط ہے۔

سرسید کے بعد کی نسل میں شبلی نعمانی اور ابوالکلام آزاد اس کے قائل ہیں کہ ماڈرنزم قدامت پسند احیا کی طرف رجوع کر سکتا ہے۔ شبلی نعمانی نے علی گڑھ میں پندرہ سال سرسید اور تھامس آرنلڈ کے زیر سایہ گزارے اور مغربی فکر اور تاریخ نگاری کے مغربی انداز سے واقف ہوئے۔ شبلی کا انداز علماء کے لیے پسندیدہ نہ تھا۔ وہ انہیں معتزلہ فکر کا جدید ترجمان سمجھتے تھے۔ شبلی نے مسلمانوں کو ان کے درخشان ماضی کی تاریخ سے جوڑا۔ اس طرح دراصل شبلی برعظیم میں اسلامی احیا کے اولین نقیب تھے۔ ابوالکلام آزاد کو بھی ماڈرنسٹ قرار دیا جا سکتا ہے۔ ان کی تفسیر ترجمان القرآن ماڈرنسٹ ذہن کی عکاس ہے۔ انہوں نے اپنی نوجوانی میں سرسید احمد خان سے متاثر ہونے کو تسلیم کیا ہے۔ لیکن بعد میں وہ سرسید، علی گڑھ، مسلم لیگ اور برطانوی حکومت سب کے مخالف ہو گئے۔ آزاد ۱۸۵۷ء کے اثرات سے آزاد نئی جارح نسل کے ترجمان تھے۔ ان کی فکر پر برعظیم کے سیاسی ماحول کے اثرات کے ساتھ ساتھ اسلامی دنیا میں ان کے روابط کا بھی اثر تھا۔ کانگریس میں شمولیت کے بعد ان کا اسلامی عنصر کمزور ہو گیا۔ اپنے لب و لہجے اور انداز سے وہ بعد کی احیائی تحریکوں کے نمائندہ محسوس ہوتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ ''الہلال'' کے مضامین اور مولانا مودودی کی فکر میں مطابقت، مودودی پر آزاد کے اثرات کا بین ثبوت ہے۔اسی لیے ایس-ایس-اکرام نے انہیں آزاد کی احیائی فکر کا وارث قرار دیا ہے۔ آزاد کا زور، امر بالمعروف و نہی عن المنکر پر تھا۔ قرآن کو کل حیات کے لیے ہدایت قرار دینے میں وہ سید قطب اور مودودی کے ہم رائے ہیں۔اسی طرح جہاد کو وہ ماضی کے معذرت خواہانہ انداز کی بجائے ڈھنگ لہجے میں پیش کرتے ہیں۔

شبلی اور آزاد کی مثال ماڈرنزم اور احیائی تحریکوں کے قرب کو ظاہر کرتی ہے۔اسی طرح ماڈرنسٹ غلام احمد پرویز اور احیا کے سید مودودی کی مثال ہے۔ یہ اس سے بہت زیادہ قریب ہیں جتنا ان کے مضامین سے ظاہر ہوتا ہے۔ تضاد مصنوعی ہے۔ علماء کی مخالفت، ابلاغ اور تنظیم کے جدید ذرائع کا استعمال، اور سیاسی نظریے میں وہ بڑی حد تک یکساں ہیں۔ حدیث کے بارے میں بھی ان کے نقطۂ نظر میں ایک مماثلت ملتی ہے۔

ماڈرنزم عمومی احیائے اسلام کا وہ حصہ ہے جو مغربی تصورات اور اداروں کے لیے ہمدردانہ نقطۂ نظر رکھتا ہے۔اس لحاظ سے احیا کو مغرب دشمن ماڈرنزم قرار دینا چاہئے۔ یہ نقطہ نظر احیا کو ماڈرنزم کے خلاف قرار دینے کے نقطہ کو چیلنج کرتا ہے۔احیا ماڈرنزم کا نہیں مغربی زدگی کا مخالف ہے۔احیاپسندوں نے ماڈرنزم کے اثرات کے تحت دینی روایت کے لیے ناقدانہ نگاہ، معاصر تقاضوں کے مطابق اسلام کا احیا اور جدید ذرائع کا استعمال قبول کیا ہے۔ وہ ماڈرنسٹوں کی مغرب زدگی کو مسترد کرتے ہیں۔احیاماڈرنزم کے خلاف رد عمل نہیں ہے بلکہ احیا نے خود کو ماڈرنزم سے ماڈرن ثابت کیا ہے۔ یہ اس نے جدید دور کی ٹیکنالوجی، ابلاغ اور سیاسی نظم کے ذریعے اور ایک ایسے نظریے کی تبلیغ سے کیا ہے جو ماڈرنزم سے زیادہ مسلم معاشرے کے موجودہ حالات سے مطابقت رکھتا ہے۔ وہ ایک ایسا نظریہ ہے جو مسلم معاشروں کے سیاسی، معاشی اور روحانی امراض کی صحیح تشخیص اور علاج فراہم کرتا ہے۔